بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

باری تعالیٰ اپنے بندوں کو اُن کی غفلت پر مختلف طریقوں سے خبردار کرتا ہے۔ کبھی کسی گروہ کو افلاس اور بھوک کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے اور پھر اُس کے طرزِ عمل سے اس بات کا جائزہ لیتا ہے کہ کون رشتۂ عبودیت میں کس حد تک ثابت قدم رہا ہے اور کس نے بندگی کے سارے تقاضوں کو پسِ پُشت ڈال کر اپنے رب سے بغاوت کا رویّہ اختیار کیا ہے۔ کبھی کسی قوم کو وباؤں اور سیلابوں اور زلزلوں کی زد میں لے آتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ آفات و مصائب میں گھر کر اُس کے دل میں اپنے رب کا کس قدر خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنی بداعمالیوں پر کتنی نادم اور اصلاحِ حال کے لیے کتنی مضطرب اور پریشان ہے۔ اسی طرح قادرِ مطلق کبھی کسی قوم کی تنبیہ کے لیے کسی جابر اور ظالم قوم کو اُس کی دشمنی پر اُبھارتا ہے اور وہ مختلف طریقوں سے اس پر عرصۂ حیات تنگ کرنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ ایمان باللہ کا دعویٰ کرنے والی قوم اپنے قول میں کتنی صادق اور اپنے دعوے میں کتنی سچی ہے اور پُرآشوب حالات میں گھر جانے کے بعد وہ اللہ پر کتنا اعتماد اور بھروسہ کرتی ہے۔

تادیب و اِنذار کے لیے اللہ کی طرف سے جو مصیبت آتی ہے اُس کی نوعیت اُس عذاب سے یکسر مختلف ہوتی ہے جو نافرمانی اور بغاوت کی مستقل روش اختیار کرنے والوں پر، پیہم تنبیہات کے بعد انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے نازل کیا جاتا ہے۔ تادیبی مصائب عارضی ہوتے ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب شامل نہیں ہوتا بلکہ ان کے پسِ پردہ اس کی رحمت و ربوبیت کارفرما ہوتی ہے، ان میں خدا کے سرکش دشمن اور بے خوف

باغی مبتلا نہیں کیے جاتے بلکہ ان کی لپیٹ میں وقتی طور پر وہی لوگ لائے جاتے ہیں جنہیں خوابِ غفلت سے جھنجھوڑنا مقصود ہو اور جن کے بارے میں اس امر کا پورا امکان موجود ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ملنے کے بعد اپنی غلط روش کو چھوڑ کر صحیح روش اختیار کریں گے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ہر قدم پر امداد کرتا ہے۔ وہ جب یہ دیکھتا ہے کہ غافل لوگ مصیبت آجانے کے بعد غفلت سے بیدار ہو کر اپنے خالق اور مالک کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں تو اس کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر خود اس کی دستگیری اور اعانت کرتا ہے۔ اگر وہ اصلاحِ حال کی معمولی کوشش بھی کرے تو ربِ رحیم اس میں بے حد و حساب خیر و برکت عطا فرما کر ان کے لیے مزید کامرانیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے جس کی اپنے بندوں سے محبت ماں باپ کی محبت سے بدرجہا زیادہ ہے، اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کی مخلوق اُس راہ پر گامزن ہو جو خیر اور بھلائی کی راہ ہے۔ اس بنا پر جب وہ گم کردہ راہ لوگوں کو ٹھوکریں کھانے کے بعد صراطِ مستقیم کی طرف پلٹتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ خود ان کا ہاتھ تھام کر انہیں اُن کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ رجوع الی اللہ کے احساس سے ہی رحمتِ خداوندی جوش میں آتی ہے اور وہ رحیم و کریم ذات راستے کی ساری منازل کو خود آسان بنا دیتی ہے۔

مگر اس تادیب و انذار کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے جو ہوشمند عبرت پکڑتے ہیں اور اپنی سابقہ لغزشوں اور کوتاہیوں سے توبہ کر کے صحیح معنوں میں اس کے مطیع و فرمانبردار بندے بن کر رہنے کا عزم بالجزم کر لیتے ہیں اُن کے لیے تو یہ امتحان یقیناً خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے، مگر وہ بدنصیب جن کی عقل پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہوں، جن کے ضمیر بالکل مُردہ ہو چکے ہوں، جن کے دلوں میں ایمان کی کوئی رمق باقی نہ رہی ہو، اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اتمامِ حجت کی حیثیت

رکھتی ہے تاکہ قیامت کے روز وہ اپنے رب کے سامنے یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ عذاب مسلط کرنے سے پہلے انہیں بروقت متنبہ نہ کیا گیا تھا۔ اور یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ایسا کر دیا جاتا اور انہیں اصلاح حال کے لیے مہلت دی جاتی تو وہ یقیناً غلط روش کو ترک کر کے صحیح راہ اختیار کر لیتے۔ اس پوری حقیقت کو جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے قرآن مجید نے مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں سورۃ الانعام کی چند آیات درج کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ۔ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا۔

(آیات ۴۲-۴۵)

اے نبی ہم نے تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے انہیں مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں۔ پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی؟ مگر اُن کے دل تو اور سخت ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے رہے شیطان اُسے اُن کی نظر میں خوشنما بنا کر دکھاتا رہا۔ آخر کار جب وہ اُس چیز کو جس کی نصیحت انہیں کی جاتی تھی بالکل ہی فراموش کر بیٹھے تو ہم نے اُن پر ہر طرح کی خوشحالیوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ اُس خوشحالی پر جو انہیں ملی تھی خوب اترا گئے تو ہم نے دفعتہً انہیں پکڑ لیا اور اب حال یہ تھا کہ وہ ہر خیر سے مایوس تھے۔ اس طرح اُن لوگوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا تھا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں قوموں کے ساتھ اپنے طرزِ عمل کو

بیان فرمایا ہے۔ وہ جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کے بندے اُسے بُھلا کر ہلاکت اور بربادی کی راہ پر چل نکلے ہیں تو وہ انہیں مصائب و آلام میں گرفتار کر کے اس غلط روش کے انجامِ بد سے متنبہ کرتا ہے۔ لیکن اس ابتلا کا مقصد انہیں برباد کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اصل مقصد اُن خوابِ غفلت میں گرفتار اور سخت دل لوگوں کو چونکانا اور ان کے دلوں میں نرمی، انابت اور خشیت پیدا کرنا ہوتا ہے مگر یہ بدنصیب اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ کو قطعاً درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنی غلط روش پر بڑے طمطراق کے ساتھ گامزن رہتے ہیں۔ فقرہ کے شروع میں لَوْلَا کا لفظ لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بجز عناد، قساوتِ قلب اور خود بینی کے اور کوئی ایسا مانع نہ تھا جو انہیں تضرّع سے باز رکھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسری آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اُن کے باغیانہ طرزِ عمل کے باوجود اُن پر فوراً عذاب نازل کر دینے کے بجائے انہیں خوشحالی سے ہمکنار کرتا ہے اور انہیں ہر قسم کے اسبابِ نعمت مہیا کرتا ہے مگر وہ نعمت کی قدر نہیں پہچانتے۔ اپنے خالق اور مالک کے شکرگزار بندے نہیں بنتے۔ اُس کے انعام و اکرام سے بھی اُن کے دل میں رجوع الی اللہ کے لیے کوئی تحریک پیدا نہیں ہوتی بلکہ اُسی معصیت اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں جس میں پہلے مبتلا تھے۔ تب اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو اچھی طرح ثابت کر کے کہ اُن کے اندر حق شناسی کا کوئی جوہر موجود نہیں اور اُن کا وجود انسانیت کے لیے ہر لحاظ سے مضر ہے انہیں دنیا سے مٹا دینے کا فیصلہ فرما دیتا ہے۔

ہم بھارت کے اس جارحانہ حملے کو قدرت کی طرف سے ایک تنبیہ سمجھتے ہیں جس کے ذریعہ ہمیں جھنجھوڑنے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے ہم پر ایک ظالم اور جابر قوم پوری جنگی تیاریوں کے ساتھ دفعتہً چل پڑی۔ جن طاقتوں پر ہمیں بھروسہ اور اعتماد تھا انہوں نے عین وقت پر نہ صرف ہمیں دھوکا دیا بلکہ ہمارے دشمن کی کھلی اور چھپی تائید اور حمایت کی۔ ان حوصلہ شکن حالات میں جب ہم مصائب میں گرفتار تھے ہم نے اپنے مالک کو

اپنی مدد کے لیے پکارا تو اُس نے ہماری ساری کوتاہیوں، لغزشوں، بدعہدیوں کو نظرانداز کر کے ہماری مدد فرمائی تاکہ ہم اُس کی قدرت کے واضح نشانات دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ فسق و فجور اور معصیت کی زندگی ترک کر کے نیکی اور خداترسی کی راہ اختیار کریں۔ خدا کے باغیوں کا سا رویہ چھوڑ کر اُس کے مطیع و فرمانبردار بندوں کا طرزِ عمل اختیار کریں۔ اور فاسق و فاجر قوموں کی تقلید کو خیرباد کہہ کر اُن لوگوں کی پیروی کرنے کا عزم کریں جو خدا کے عتاب اور غضب کے ہدف بننے کی بجائے اُس کی رحمت اور انعام و اکرام کے مستحق ٹھہرائے گئے ہیں۔

بھارت کے مقابلے میں ہماری کامرانی ہماری اپنی تدبیر کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اُس نے اس جنگ کے دوران اُس کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے ہم پر فرمایا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اُس کی طرف بڑھنے کی مزید کوشش کی تو وہ ہمیں اپنی بے شمار رحمتوں اور نوازشات سے سرفراز فرمائے گا لیکن اگر ہم نے بُرا وقت ٹل جانے کے بعد اپنے آپ کو اُسی معصیت میں ملوث کرنا شروع کیا جس میں پہلے گرفتار تھے تو ہماری حالت اُس بڑھیا کی سی ہوگی جس نے قرآن مجید کے الفاظ میں نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا آپ ہی محنت سے سوت کاتا اور خود ہی اُس کا تار تار نوچ ڈالا۔ ہمارے اس طرزِ عمل سے صرف ہمارے اعمال ہی ضائع نہ ہوں گے بلکہ اس کے ذریعہ ہم اپنے اوپر اللہ کے غضب کو دعوت دیں گے اور کائنات کے سامنے یہ بات ثابت کر دیں گے کہ ہمارے دلوں میں اللہ کی بندگی کی کوئی سچی اور حقیقی تڑپ موجود نہیں، وہ بس ایک وقتی احساس تھا جس سے ہم نے طالع آزماؤں کی طرح خوب فائدہ اٹھا لیا ہے، ہم اسے مستقل طور پر اپنے سینوں میں پالنے کے قطعاً آرزومند نہیں ہیں بلکہ فاسقانہ طور طریقے ہی ہمیں زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہیں۔

ہمیں اس حقیقت کو پوری طرح نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جہاں بڑا رحیم و کریم ہے جہاں وہ بڑا بردبار اور حلیم ہے اور کسی فرد یا قوم کی نافرمانیوں پر فوراً گرفت نہیں کرتا، وہاں وہ

بڑا غیرت مند بھی ہے۔ وہ سنبھلنے کے لیے بار بار مہلت تو دیتا ہے لیکن جو لوگ اس مہلت سے صحیح طور پر فائدہ اٹھا کر اپنی روش میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے وہ پھر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے یا دنیا میں بالکل بے اثر بنا کر ذلت و خواری کی زندگی بسر کرانے کا فیصلہ صادر فرما دیتا ہے اور اُس کا فیصلہ آجانے کے بعد نہ تو کوئی قوت اسے مؤخر کر سکتی ہے اور نہ انہیں اُس کے نتائج و عواقب سے بچا سکتی ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۔ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (الاعراف ۳۴)

اور ہر امت کے لیے ایک میعاد معین ہے۔ سو جب اُن کی میعاد معین آجاتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم نہیں ہوتی۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو برانگیختہ کرنے والی جتنی چیزوں کا ذکر کیا ہے اُن میں ایک بُری قبیح چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے دین کے ساتھ مذاق کیا جائے۔ اس مذاق کی کئی صورتیں ہیں، مگر سب سے زیادہ شرمناک مذاق یہ ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ عہد باندھنے اور توڑ دینے کو ایک کھیل بنا لے۔ ضرورت پیش آنے پر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو اُس کی غلامی کا قلادہ گردن سے اتار پھینکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں بلکہ اُس سے مذاق ہے، یہ دینِ حق کی پیروی نہیں بلکہ تلعّب بالدین ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی ناپاک جسارت کرنے والوں کے طرزِ عمل کو اس نے اپنے بلیغانہ انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا۔ (النساء - ۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔ پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔ پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ہرگز انہیں معاف کرنے والا نہیں ہے اور نہ کبھی انہیں راہ راست دکھانے والا ہے

جو لوگ اللہ کے ساتھ اُس کی اطاعت و بندگی کا عہد و پیمان باندھ کر اُسے توڑتے رہتے ہیں

وہ درحقیقت نہ تو خالق کائنات کو کوئی اہمیت دیتے ہیں اور اُس کے دین کو ضروری اور سنجیدہ چیز سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اللہ تعالیٰ بس ایک کھلونا ہے جس سے جس وقت چاہا دل بہلا لیا اور جب چاہا اس سے مُنہ موڑ لیا۔ اس طرح اُن کی نظر میں دین بھی ایک غیر سنجیدہ تفریح سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جب فائدہ دین کا نعرہ بلند کرنے میں نظر آیا تو فوراً اس کے ساتھ اپنی وابستگی کا اعلان کرنے لگے، پھر جب اُس سے مطلوبہ فوائد حاصل ہو چکے تو اُس سے فوراً مُنہ موڑ کر کسی دوسرے دین کو اپنانے پر کمربستہ ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے پاس نہ مغفرت ہے نہ ہدایت۔ قرآن مجید نے دین کے ساتھ اس غیر سنجیدہ روش کو یوں بیان فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۔

(الانعام ۔ ۶۳-۶۵)

ان سے پوچھو کون ہے وہ جو تمہیں صحرا اور سمندر کی تاریکیوں کے خطرات سے بچاتا ہے؟ کس سے تم مصیبت کے وقت عاجزی سے گڑگڑا کر چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہمیں بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار رہیں گے۔ ان سے کہو وہ اللہ ہی تو ہے جو تمہیں اُس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر تم دوسروں کو شریک ٹھہرانے لگتے ہو۔ ان سے کہو اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے مسلط کر دے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے۔ یا تمہیں مختلف گروہوں میں بانٹ دے اور تم کو ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھوا دے۔ دیکھو، ہم کس طرح بار بار مختلف انداز میں ان لوگوں کے سامنے اپنی نشانیاں لا رہے ہیں شاید کہ یہ حقیقت کا ادراک کر لیں۔

مالکِ ارض و سماوات کی غیرت تو ایک طرف رہی دنیا کے کسی آقا حتیٰ کہ کسی معمولی خادم اور ملازم کی غیرت بھی اس موقع پرستانہ روش کو گوارا نہیں کر سکتی کہ جب اُس کے تعاون اور خدمت کی ضرورت پیش آئی تو فوراً اُس کی طرف رجوع کر لیا مگر جونہی مطلب پُورا ہوا تو بے تکلف آنکھیں پھیر لیں۔ ایسی روش کو تو عام انسانی تعلقات میں بھی کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا اور معاشرے میں اُن لوگوں کو کبھی عزت و احترام کا مقام حاصل نہیں ہوا جو محض کسی غرض کے لیے دوسرے سے عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں اور غرض نکل جانے کے بعد اسے پہچانتے تک نہیں۔ تعلقات میں استواری اور پائیداری انسانی سیرت کا نمایاں وصف ہے اور اسی سے کسی شخص کے خلوص کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

جس روش کو انسان اپنے ذاتی تعلقات میں پسند نہیں کرتے بلکہ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اللہ کی نظر میں وہ کیونکر پسندیدہ ہو سکتی ہے؟ مالک الملک کی غیرت اُسے کس طرح برداشت کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارا رب اور معبود ہے، وہ کوئی ہماری دل لگی کا سامان نہیں کہ جس طرح چاہا اُس سے سلوک کر لیا۔ نہ وہ ہمارا دست نگر ہے کہ ہم اس کی طرف توجہ کر کے اسے نہال کر دیں گے اور اس سے نظر پھیر لیں گے تو اس کی خدائی میں خلل واقع ہو جائے گا۔ ہم اپنے حفظ و بقا کے لیے بلکہ زندگی کے ایک ایک سانس کے لیے اُس ذات بے ہمتا کے ہر لحظہ محتاج ہیں۔ اُسی کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہماری دنیوی اور اخروی فلاح کا راز مضمر ہے اس لیے جب ہم اُس سے مُنہ موڑتے ہیں تو ہم درحقیقت اس کا کچھ نہیں بگاڑتے، بلکہ خود اپنی بربادی کا سامان کرتے ہیں، اپنے آپ کو اُن ساری روحانی اور اخلاقی نعمتوں سے محروم کر لیتے ہیں جو اُس کا بندہ اور غلام بننے سے حاصل ہوتی ہیں۔

اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کی ہم پر جو بے پایاں نوازشات ہوئی ہیں وہ اسی وجہ سے ہوئی ہیں کہ ہم نے اس مصیبت کے وقت مالک الملک کو پکارا اور اس کے دین کو ڈھال بنا کر

دشمن کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے۔ ان نوازشات سے پاکستان کا ہر فرد پوری طرح واقف ہے۔ حتیٰ کہ جو لوگ عقیدہ و ایمان کو محض ڈھکوسلا سمجھ کر اُس کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ بھی اس عظیم حقیقت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے کہ مسلمان قوم کے لیے قوت و طاقت کا اگر کوئی منبع و مخزن ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے۔ دین نے ہی ہمارے اندر یک جہتی اور اتحاد پیدا کیا۔ شوقِ شہادت نے، اور اس نعمت کے حاصل ہو جانے کے بعد اُخروی زندگی کی کامرانیوں کی توقع نے ہی ہماری سپاہ اور عام آبادی کے حوصلوں کو مضبوط اور بلند کیا۔ اسی کی برکت سے ہم میں ایثار کا جذبہ پیدا ہوا اور اسی کی بدولت ہمیں تمام مسلم ممالک سے تائید حاصل ہوئی۔

اس جنگ نے اس حقیقت کو پوری طرح ثابت کر دیا ہے کہ قومیت پرستی کی وہ تحریک جو مسلمان ممالک میں کئی سالوں سے بڑے زور و شور سے چلائی جا رہی ہے کوئی برگ و بار نہیں لا سکی۔ آج بھی دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اسلام کا رشتہ باقی سب رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ اسلامی اخوت نے جو اثرات دنیائے اسلام پر مترتب کیے ہیں وہ اُس کی مرکزیت تباہ ہونے کے صدیوں بعد بھی آج تک موجود ہیں اور انہیں غیر اسلامی قوتیں اپنا پورا زور صرف کر دینے کے بعد بھی زائل نہیں کر سکیں۔

ایک مسلمان کا حقیقی اور بے لوث خیر خواہ ایک مسلمان ہی ہو سکتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلقات کا پھر سے جائزہ لیں اور اُن طاقتوں کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کرنے کی بجائے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ہمیں عین وقت پر دھوکا دیا ہے، اُن ممالک کی طرف دوستی اور اخوت کا ہاتھ بڑھائیں جن کے بسنے والوں کے ساتھ ہم ایک مضبوط رشتے میں پہلے ہی سے منسلک ہیں اور اس بنا پر معمولی توجہ اور کوشش سے اُن کے ساتھ تعلقات کو مزید مستحکم بنایا جا سکتا ہے۔

مغربی طاقتیں تمام مسلم ممالک کے خلاف جس قسم کی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں وہ کسی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ان ممالک کو مغربی تہذیب کے لیے ایک زبردست خطرہ سمجھتی ہیں اور اس بنا پر انہیں کمزور اور بے اثر بنا دینے کا ناپاک عزم کر چکی ہیں۔ مغرب کی بزم شیاطین اُس وقت تک کبھی چین سے نہیں بیٹھ سکتی جب تک اُسے اس بات کا پوری طرح اطمینان نہ ہو جائے کہ مسلم ممالک کی حیثیت اُس کے ہاتھ میں بے جان مہروں کی سی ہو گئی ہے جنہیں وہ دنیا کی بساط پر جس طرح چاہے اپنی مرضی سے چلا سکتی ہے۔ کون سی مسلم ریاست ان طاقتوں کے شر سے محفوظ ہے؟ اس لیے تمام مسلم ممالک کو اس کے تدارک کی اجتماعی طور پر فکر کرنی چاہیے۔

اس کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک اپنے آپ کو مغرب کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے کی فکر کریں۔ دنیا کی کوئی اور قوم ہوتی تو اُس کے لیے یہ سوال یقیناً پریشان کُن ہوتا کہ آخر ایک نظریۂ حیات کو ترک کر کے اُس کی جگہ کونسا بہتر نظریۂ حیات لائے ——— ——— لیکن مسلمان قوم کے لیے یہ سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس اسلام کی صورت میں ایک مکمل اور صحیح نظریۂ حیات موجود ہے۔ اس کی خیر و برکت سے ہم خوب واقف ہیں۔ اُس کی درخشندہ اور تابندہ روایات آج بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔ ہم ذرا توجہ کریں تو قوت و طاقت کے اس لازوال اور اتھاہ خزانے سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسلام ہمارے اندر جتنا راسخ ہوتا چلا جائے گا اسی نسبت سے ہمارے درمیان اخوت کے رشتے مضبوط ہوں گے اور پوری دنیائے اسلام ایک جسم کی حیثیت اختیار کر لے گی جس کے کسی عضو کو معمولی تکلیف پہنچنے سے پورا جسم تڑپ اٹھے گا۔

اس کے ساتھ اب وقت آگیا ہے کہ تمام مسلم ممالک مشترکہ دفاع کے امکانات پر

بھی پوری سنجیدگی سے غور و فکر کریں۔ کوئی ایک مسلم ملک بھی ایسا نہیں جو تنہا مغرب کی شاطرانہ چالوں اور اُس کی یلغار کا مقابلہ کر سکے اور اُس کے غلط اور ظالمانہ فیصلوں پر اثر انداز ہو کر مظلوم کی داد رسی کرانے میں کامیاب ہو سکے۔ مغرب نے اسلامی ممالک کے خلاف جو ناپاک مہم شروع کر رکھی ہے اُس سے سب کی آزادی کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ ان حالات میں مسلم مدبرین کا فرض ہے کہ وہ باہم سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے کوئی صحیح لائحۂ عمل تیار کریں۔ مسلمان ممالک کے پاس ذرائع کی کمی نہیں۔ ضرورت صرف اتحاد و اتفاق اور فہم و تدبر کی ہے۔

دنیا کی کوئی قوم اپنی آزادی کے تحفظ کے لیے غیروں کے فراہم کردہ یا ان سے خریدے ہوئے اسلحہ پر ہمیشہ کے لیے انحصار نہیں کر سکتی۔ ہر ملک جسے اپنی آزادی عزیز ہے وہ خود اپنے ہاں حفاظت و پاسبانی کے لیے مناسب سامان فراہم کرتا ہے۔ یہ مسئلہ صرف پاکستان کے لیے ہی خاص نہیں بلکہ تمام مسلمان ممالک اس صورت حال سے دوچار ہیں، کیونکہ کسی مسلمان ملک میں بھی بڑے اسلحہ بنانے کا انتظام نہیں ہے۔ اس ضرورت کی طرف انہیں فوری توجہ دینی چاہیے۔ اگر اس وقت تمام مسلم ممالک اس معاملے میں کوئی مشترک اقدام کرنے سے قاصر ہوں تو اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ دو تین مسلم ممالک مل کر اسلحہ سازی کی صنعت کو بڑے پیمانے پر شروع کر دیں اور دوسرے مسلمان ممالک سرمایہ فراہم کرنے میں حصہ لیں۔ اسی طرح یہ ممالک اپنے وسائل سے ٹینک، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور بڑی توپیں فراہم کرنے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ ہم اسلحہ کی فراہمی کے لیے جتنی جلدی غیروں سے بے نیاز ہوں گے اسی تناسب سے اپنی بہتر حفاظت کر سکیں گے۔ اگر چین اپنی معاشی خستہ حالی کے باوجود اسلحہ کے معاملہ میں خود کفیل بن سکتا ہے تو آخر انڈونیشیا سے مراکش تک پھیلے ہوئے مسلمان ملک کیوں ایسا نہیں کر سکتے۔

جدید اسلحہ انتہائی قیمتی ہوتا ہے۔ اس بنا پر معاشی نقطۂ نظر سے بھی یہ کوئی عقلمندانہ

پالیسی نہیں ہے کہ ہم اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی مغربی قوموں سے بھاری اسلحہ خریدنے پر صرف کریں اور وہ ایک طرف ہماری دولت کے بل بوتے پر قوت و طاقت حاصل کریں اور دوسری طرف ہماری مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ہماری آزادی اور حمیت کے ساتھ جس طرح چاہیں شرمناک کھیل کھیلتی رہیں دنیا کی کسی باغیرت قوم کو کسی دوسری قوم کے ہاتھ کبھی مجبور محض بن کر نہ رہنا چاہیے۔ یہ انسانیت کی توہین ہے۔ پھر خاص طور پر ایسی اقوام کے ہاتھ میں اپنے آپ کو بے بس بنا کر دے دینا جن کی گھٹی میں مسلم دشمنی پڑی ہوئی ہو، جن کے ہاں بجز مفاد پرستی کے کوئی ضابطۂ اخلاق نہ ہو، جو فطرتاً کم ظرف سفاک اور زیردست آزار ہوں، پرلے درجے کی حماقت ہے۔

تیسری چیز جس کا مسلمان ممالک کو خصوصیت کے ساتھ التزام کرنا چاہیے وہ اُن کا داخلی نظم و ضبط ہے۔ اس معاملے میں انہیں احکامِ الٰہی اور تاریخ سے پوری طرح فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کسی قوم کے اندر نظم و ضبط چند ضابطے وضع کرنے یا چند جابرانہ قوانین نافذ کرنے سے قائم نہیں ہو جاتا۔ یہ فکر و احساس کی داخلی تربیت کا مظہر ہے جسے صرف آزادی اور خود اعتمادی کی فضا راس آتی ہے۔ ڈر، خوف، دھونس اور دھاندلی سے اس کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اس بنا پر تمام مسلم ممالک کو اپنے ہاں خود اعتمادی کا ماحول پیدا کرنا چاہیے۔

مسلم قوم کے متعلق یہ غلط تاثر جو پھیلایا گیا ہے کہ اسے نکیل سے پکڑ کر ہی ترقی کی راہ پر چلایا جا سکتا ہے، مغربی استعمار کی خوفناک سازش ہے۔ اُسے چونکہ اپنے استعماری عزائم کی تکمیل کے لیے غیر ملکی اقلیت کو اکثریت پر مسلط کرنا مقصود تھا، اس لیے اُس نے اس قوم کی صلاحیتوں اور خاص طور پر احساسِ ذمّہ داری کے خلاف یہ مکروہ پروپیگنڈا شروع کیا۔ لیکن اسے تاریخ کا محض عجوبہ سمجھیے کہ جس قوم کے شعور و احساس اور اُس کی خود اعتمادی کو صدیوں تک مجروح کیا جاتا رہا، اُس کے سامنے جب کوئی فیصلہ کُن مرحلہ آیا تو اُس نے غیر معمولی تدبّر اور دانائی کا ثبوت دیا۔ آپ پاکستان پر بھارت کے اس جارحانہ حملے کو ہی دیکھیے اور پھر خود اندازہ لگائیے کہ کیا

اس قوم نے اپنے آپ کو ایثار، بلند حوصلگی، اتحاد اور تدبر میں اور اپنی رائے عام کی بیداری میں دنیا کی کسی دوسری قوم سے فروتر ثابت کیا ہے ؟ جو قوم جنگ کی نازک ذمہ داریوں سے اس خوبی کے ساتھ عہدہ برا ہو سکتی ہے وہ ہر لحاظ سے اور ہر قسم کے ماحول میں قابلِ اعتماد ہے اور اُس سے اس بات کی بالکل صحیح طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر اُسے ملک کا انتظام و انصرام چلانے اور ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کو حل کرنے کی ذمہ داری اُٹھانے کا موقع دیا جائے تو وہ ہر مرحلہ پر دانائی اور تدبر کا ثبوت دے گی۔ اُس کے اندر یہ صلاحیتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور اگر اُسے انہیں پروان چڑھانے کے مناسب مواقع مل جائیں تو وہ دنیا کی انتہائی ذمہ دار قوم ثابت ہو سکتی ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کے اندر آزادیٔ رائے اور آزادانہ بحث مباحثہ کے لیے فضا ہموار کی جائے۔ کسی قوم میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ اُس کے ہر فرد کو ملک و ملت کی بھلائی اور بُرائی کے بارے میں غور و فکر کرنے اور پھر اس کے نتائج سے دوسروں کو روشناس کرانے کا پُورا اختیار ہو۔ اس جنگ نے اس بات کو پوری طرح ثابت کر دیا ہے کہ قوم کے مختلف عناصر میں کوئی عنصر بھی ملک کا بدخواہ نہیں بلکہ ہر ایک انتہائی خیر خواہ اور وفادار ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک اس کی سلامتی کو اپنی جان کی سلامتی سے بھی عزیز تر سمجھتا ہے۔ جہاں تک ملک کے تحفظ کا تعلق ہے سب ایک دوسرے کے ساتھ متحد اور متفق ہیں۔ یہ بدیہی حقیقت اس ملک کے سارے طبقوں کی نگاہ میں رہنی چاہیے اور اس بنا پر اگر وہ کسی طبقے کی رائے یا خیال کو اپنے اندازِ فکر سے قدرے مختلف پاتے ہوں تو انہیں موردِ الزام ٹھہرانے کی بجائے اُن کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہمارے نزدیک کسی کی رائے غلط ہے تو اس کا مُنہ بند کرنے کے بجائے ہمیں دلائل سے اس کی غلطی اس پر واضح کرنی چاہیے۔ آزاد فضا ہی میں مختلف نقطہ ہائے نظر اُبھر کر سامنے آسکتے ہیں، اسی فضا میں غلطیوں کی بروقت نشاندہی اور ان کی اصلاح ہوتی ہے، اور اسی فضا میں مختلف نقطہائے نظر کی صحت اور سقم کے متعلق پوری قوم غور و

فکر کر کے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتی ہے۔ یہ طرزِ فکر بنیادی طور پر غلط ہے کہ پوری قوم ایک ہی انداز پر سوچے یا صرف چند آدمی غور و فکر کریں اور باقی قوم بھیڑوں کی طرح آنکھیں بند کر کے اُن کے پیچھے چلتی رہے۔ ہمیں پوری قوم کو سوچنے اور غور و فکر کرنے اور صحیح فیصلہ پر پہنچنے کی تربیت دینی چاہیے۔ اس طرح اُس میں خود اعتمادی پیدا ہو گی، احساسِ ذمہ داری نشو و نما پائے گا اور وہ کسی خارجی دباؤ کے بغیر بڑی خوشدلی کے ساتھ اُن ذمہ داریوں سے از خود عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریگی جو ایک آزاد قوم کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ اس سے ملک کے مختلف طبقوں کے درمیان بُعد و بیگانگی دُور ہو گی۔ ہر فرد اپنے آپ کو ملکی معاملات میں براہِ راست شریک تصور کرے گا، اور کسی دوسرے پر احسان جتانے کے لیے نہیں بلکہ فرض کی ادائیگی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے بیتاب ہو گا۔

اسی ضمن میں ہم مسلم ممالک کے سربراہوں کی خدمت میں یہ بات بھی عرض کرنا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں غیر ملکی امداد اور قرضوں پر نمائشی ترقی کے جلوے دکھانے کی پالیسی کو اب بالکل خیر باد کہہ دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو وسائل دیئے ہیں اُن سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی فکر کرنی چاہیے۔ غیر ملکی امداد اور قرضے اپنے ساتھ غیر ملکی سکے اور مشینری ہی نہیں لاتے بلکہ اپنے جلو میں بیرونی دباؤ اور عیّار ماہرین کی ایک زبردست فوج اور مغربی تہذیب و تمدن کے مفاسد بھی لاتے ہیں۔ جن لوگوں کو ان قرضوں کے نگران کی حیثیت سے مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے وہ معاشی میدان میں کوئی قابلِ قدر رہنمائی دے سکیں یا نہ دے سکیں مگر سیاسی چالیں چلنے میں بڑی مہارت اور چابکدستی کا ثبوت دیتے ہیں اور ملک کے اندر اپنے اثر و نفوذ کو ہر جائز و ناجائز طریق سے بڑھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اُن کی ریشہ دوانیوں سے ملکی استحکام کو شدید صدمہ پہنچتا ہے اور اُن کی دخل اندازی کی وجہ سے ملک کی خارجی اور داخلی پالیسی بسا اوقات ایک ایسا نہج اختیار کر لیتی ہے جو اُن کے استعماری

عوام کے لیے تو مفید اور کار آمد ہوتا ہے مگر قوم کی آرزوؤں اور اُمنگوں کا کسی لحاظ سے بھی شارح اور ترجمان نہیں ہوتا۔

یہ اثر و نفوذ صرف سیاسی اور معاشی دوائر تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ تمدن و معاشرت کے لیے بھی انتہائی تباہ کن ثابت ہوتا ہے۔ اس سے ہمارے عوام کا مزاج بگڑتا ہے، اُن کے اخلاق کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے اور ہمارے اندر سے ایک ایسا طبقہ اُبھر کر سامنے آتا ہے جو رنگ و نسل کے اعتبار سے گو ہمارے قریب ہو مگر فکر و احساس کے اعتبار سے ہم سے یکسر بیگانہ ہوتا ہے۔ غیر ملکی طاقتیں اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر اس طبقے کے تسلّط کو زندگی کے ہر میدان میں بڑھانے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر اس سے مغربی اقدارِ حیات کی نشر و اشاعت کا کام لیتی ہیں۔ یہ سارا کام اتنی صفائی کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی اور دیکھتے دیکھتے پورے ملک پر مغربی تہذیب کی آکاس بیل پھیل جاتی ہے۔ ہم جتنی جلدی ان قرضوں سے چھٹکارا حاصل کریں اتنا ہی یہ ہماری معیشت، معاشرت، سیاسی استحکام اور قومی خودداری اور خود اعتمادی کے لیے مفید ہو گا۔